۷۸۶

دستگیر دوجہاں

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بجواب

رسالہ بعنوان محبوب سبحانی

مؤلف: عبدالجلیل خاں دہلوی مدیر صحیفہ اہلحدیث کراچی!

طابع و ناشر: انجمن غرباء اہلحدیث۔ محمدی مسجد رنس روڈ کراچی ع ۱

ملنے کا پتہ
غوثیہ کتب خانہ (رجسٹرڈ) ۱۳۱ سرکلر روڈ
بیرون شاہ عالمی دروازہ۔ لاہور

شائع کردہ: بزم احناف کوچہ غوثیہ (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دستگیرِ دوجہاں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ — مظہرِ ذاتِ نہاں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہماری نظر سے ایک چھوٹا سا رسالہ (مشتمل بر ۱۶ صفحات) گزرا۔ جسے کراچی سے شعبۂ تبلیغ "جماعت غربا اہلحدیث محمدی مسجد" نے شائع کیا ہے۔ جس میں عقائد اہل سنت وجماعت اور بالخصوص گیارھویں شریف کے خلاف ایک نرالے انداز میں لے دے کی ہے۔ یہ گروہ غیر مقلدین جو اس زمانہ میں اپنے تئیں "اہلحدیث" کہتے ہیں نہ تو فقہا اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کے قائل ہیں اور نہ ہی انہیں بزرگانِ عظام کے ساتھ دلی عقیدت اور ارادت ہے۔ محض اپنا پراپاگنڈا کرنے کی غرض سے رسالہ مذکورہ کے سرورق پر (یعنی رسالہ کا نام) جلی قلم سے "محبوب سبحانی" طبع کروادیا ہے تاکہ عوام صحیح العقیدہ مسلمانوں کو دھوکا لاحق ہو کہ اشاعت کنندہ جماعت سیدنا و مولانا حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدتمندوں سے ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش — من اندازِ قدت را مے شناسم

چنانچہ اس مغالطہ اور فریب دہی کا ازالہ کرنے کیلئے ہم اپنے معززاور عقیدت مند قارئین حضرات کی توجہ چند ایک اہم امور کی طرف منعطف کرنا نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس گروہِ غیر مقلدین (یعنی اہلحدیث) کے متعلق سیدنا و مرشدنا حضرت محبوب سبحانی، غوث صمدانی، قطب ربانی، قدس سرہ النورانی کا کیا خیال اور ارشادِ عالی ہے۔

(ملاحظہ ہو فتوح الغیب برحاشیہ بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۱) ارقام فرماتے ہیں:—

وعقیدتہ سنیۃ ٥ علی اصول مذاھب الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ والحنبلیۃ ٥ عصمنی اللہ تعالیٰ وایاکم من الذین فرقوا فمرقوا کما یمرق

السّٰلّٰهُمْ مِنَ الرَّمِيَّةِ ۔ یعنی روشن و صحیح عقیدہ بر اصول مذاہب حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسے تفرقہ انداز لوگوں سے بچائے جنہوں نے ترکِ تقلید کر کے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کر دیا ہے۔ یہ لوگ (یعنی غیر مقلد) گمراہی کی وجہ سے دین اسلام سے ایسے خارج ہو گئے ہیں جیسے تیر شکار کو چھید کر پار ہو جاتا ہے۔ گویا ان کی تفرقہ اندازی سے مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچا ہے۔

دوسرے۔ کیا "غنیۃ الطالبین" (جس سے عموماً غیر عقیدہ لوگ حوالہ جات نقل کر کے سُنی حنفی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں) فی الحقیقت سیدنا و مرشدنا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تصنیف ہے یا انقلابِ زمانہ کے ساتھ آپ کی طرف منسوب ہو گئی ہے۔ لاہور کے نہایت مشہور و معروف عالم اجل اور فقیہہ بے بدل سابق خطیب بیگم شاہی مسجد لاہور حضرت مولانا مولوی غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو اپنے وقت کے قطب تھے) اپنی تصنیف "نور ربانی فی مدح المجبوب السبحانی" (مطبوعہ دیپک راجپوت پرنٹنگ پریس لاہور ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء) کے صفحہ ۲۰ پر غنیۃ الطالبین کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:-

"مولوی عبدالعزیز ملتانی پرہاری نے کتاب کوثر النبی میں لکھا ہے کہ کتاب غنیۃ الطالبین تصنیف حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ کی نہیں ہے۔ مؤلف اس کا شیخ عبدالقادر دوسرا ہے اور ایسے ہی دیوانِ عربی جو منسوب ہوئے حضرت شاہ ولایت رضی اللہ عنہ ہے وہ بھی دھوکا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ جلد ۴ فتوحاتِ مکی میں لکھتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب قیروانی کے یہ اشعار ہیں جو بنام حضرت شاہ ولایت نامزد ہو رہے ہیں۔ اور رسالہ ایسا ہی فقہ اکبر امام اعظم کی اور

ہے اور مشہور فقہ اکبر دوسرے کی تصنیف ہے جو مشہور ہے غلط ہے۔ اسی "غنیۃ الطالبین" کے متعلق سواد اعظم لاہور کے پرچہ مورخہ ۲۳ شوال ۱۳۷۹ھ میں مندرجہ ذیل مضمون سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ مفتی سید عبد الفتاح حسینی قادری گلشن آبادی اپنے جامع الفتاوی جلد سوم ص ۳۱۶ میں فرماتے ہیں۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی (قادری) نے غنیۃ الطالبین کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف سمجھ کر فارسی ترجمہ کیا ہے مگر اس کے عنوانِ خاتمہ میں لکھ دیا ہے کہ ہرگز ثابت نہ شدہ کہ ایں کتاب از تصنیف آنجناب ولایت مآب است اگرچہ انتساب بآنحضرت شہرت دارد و نظر بریں کہ شاید دراں حرفے از جناب بود ترجمہ کردہ ام۔ (ترجمہ) غنیۃ الطالبین اگرچہ حضور پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف مشہور ہے۔ لیکن اس بات کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں کہ یہ فی الحقیقت مصنفہ آنجناب ولایت مآب ہے۔ محض اس خیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ شاید اس میں کوئی حرف آپ کے قلم سے ہو میں نے ترجمہ کر دیا ہے۔ مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی غنیۃ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ "بعضے مبتدعیان مبغض ایں فرقہ الحاق کردہ اند حضرت امام را در کلام شیخ" واللہ اعلم

تیسرے۔ اہلِ حدیث کا عقیدہ ہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔ اور جناب پیرانِ پیر روشن ضمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "دستگیر" کہہ کر پکارنا توحید کے منافی ہے۔ لہٰذا اہل سنت وجماعت پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضور کو اپنا دستگیر اور معاون سمجھ کر ارتکابِ شرک کرتے ہیں۔ "دروغ گو را حافظہ نباشد" حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ اقدس

سے استمداد کرنا تو شرک سمجھیں اور غنیۃ الطالبین ۔ فتوح الغیب نیز حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء اہلِ سنت وجماعت کی تصانیف اور کتب سے مدد لینا میں توحید ۔ کیا یہ تصانیف خدا ہیں یا غیر خدا؟ یقیناً غیر خدا ہیں تو پھر غیر اللہ (ذی روح ہو یا غیر ذی روح مصنف ہو یا اس کی تصنیف) سے مدد لے کر خواہ مخواہ شرک کا خطرہ مول لینا کہاں کی دانشمندی ہے ۔ اہلِ حدیث کو تو چاہیئے کہ وہ ہر بات کا ثبوت حدیث شریف سے پیش کریں ۔ بلاوجہ غیر اللہ کی تصانیف سے حوالہ جات پیش کر کے شرک کی الجھن میں پھنس رہے ہیں ۔ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت ۔

بمصداق جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

رسالہ مذکورہ کا جواب قلمبند کرنے سے گریز ہی کیا جاتا مگر اس اندیشہ کے پیشِ نظر کہ شاید کوئی عقیدت مند اس کے سرورق پر سیدنا و مرشدنا حضرت شیخ "محبوب سبحانی" کا لقب مبارک پڑھ کر دھوکا نہ کھا جائے کہ کسی سُنی حنفی عالم نے اس کو شائع کیا ہے ۔ اس کا جواب تحریر کرنا نہایت ضروری خیال کیا گیا ہے

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللهِ

کتابچہ مذکورہ کی تمہید آپ کے سِنِ ولادت سے شروع کی گئی ہے ۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ کی الجھن میں پڑنا کس غرض کے لئے ہے ۔ گیلان کے متعلق سراسر غلط بیانی کی ہے کہ یہ بغداد شریف کے قریب ایک گاؤں ہے یعنی یہ قریہ عراق میں ہی واقع ہے حالانکہ کتب سیر میں لکھا ہے

کہ گیلان خراسان میں ہے۔ "تحفہ دستگیر" کا ضمناً تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے لقب مبارک "دستگیر" پر ایک گستاخانہ نوٹ لکھ کر بلادلیل و حجّت ثابت کیا ہے کہ آپ کی شان میں یہ لفظ استعمال کرنا توحید کے منافی ہے اور حضور کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے ہم اس پمفلٹ کے "مؤلف" "فاضل جلیل" سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کا اخلاق تہذیب اور علمی قابلیت یہی ہے جس کا مظاہرہ کیا ہے۔ دستگیر کے معنی استہزاءً ہاتھ یا لکڑی پکڑنے والا کرنا اور پھر سیّدنا حضرت محبوب ربّانی غوث صمدانی، قدس سرہٗ النورانی کی شان میں طنزاً مندرجہ ذیل جملہ تحریر کرنا گستاخی اور بے ادبی نہیں تو کیا ہے۔

"دوسری حیثیت سے آپ کی کسر شان ہے کہ آپ اندھوں کا ہاتھ یا لکڑی پکڑے پھریں"

دستگیر کے اصطلاحی اور لغوی معنی مددگار۔ ناصر اور معاون کے ہیں۔ ہم مولف رسالہ مذکورہ (مدیر صحیفہ اہلحدیث) سے دریافت کرتے ہیں کہ "آپ اگر کسی بلا و مصیبت میں گرفتار ہو جائیں اور آپ کا کوئی یار غار مصداق۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست ۔۔۔ در پریشاں حالی و درماندگی

آپ کی دستگیری اور معاونت کر کے آپ کو اس بلاء ناگہانی سے نجات دلانے کی کوشش کرے تو کیا وہ بقول آپ کے جناب کی امداد اسی طریقہ پر کرے گا کہ وہ آپ کو لنگڑا۔ لولا۔ اپاہج یا اندھا سمجھ کر آپ کی لاٹھی پکڑے، آپ کو شہر کراچی کے گلی کوچوں میں گھماتا پھرے"۔ آپ کی ذہنیت اور قابلیّت پر رشک آتا ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاّ کارِ طفلاں تمام خواہد شد

ذرا تعصّب کی عینک اتار کر قرآن مجید کا مطالعہ کیجئے۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَالْمُؤمِنُونَ والمومِنات بعضُھُمْ اولیاءُ بعض :- ترجمہ :- مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں۔ (ولی کے لغوی معنی ہیں دوست، یاور، متکفل کارِ کسے منتخب اللغات) جب از روئے قرآن مجید عام مومنین ایک دوسرے کے مددگار اور معاون ہیں تو سلطان الاولیاء والعارفین حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی امداد کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

حدیث شریف کا مضمون ملاحظہ فرمایئے (مشکوٰۃ شریف باب فی مناقب سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جناب رسالتماب سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :- مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ جس کے ہم مولا یعنی کارپرداز اور مددگار ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس کے کارپرداز اور مددگار ہیں (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف)

دوسری حدیث شریف میں فرمایا :- وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہر مومن کے دوست اور ناصر و مددگار ہیں۔

مذکورہ ہر دو احادیث شریفہ سے ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مومنین کے ناصر و مددگار، دستگیر اور مولا ہیں۔

اہل حدیث اگر حدیث پاک پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں ماننا پڑے گا کہ حضور شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے ناصر و مددگار اور مولا ہیں۔ ورنہ حدیث شریف کا انکار کرنے سے جس زمرہ میں ان کا شمار ہوگا اس کا فیصلہ خود ہی کر لیں،

یہ امر مسلّمہ ہے کہ نام نہاد مدعیانِ توحید اور پاسبانِ حدیث اولیاء اللہ کی روحانی قوت کے منکر ہیں۔ اسی واسطے بزرگانِ عظام سے رُوحانی امداد مانگنے والوں کو مشرک گردانتے ہیں۔ بایں ہمہ مصداق آیۂ کریمہ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض سیّدنا و مولانا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے وہ ارشادات متعلقہ توحید جن کی تہ کو یہ لوگ نہیں پہنچ سکتے محض اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے مان لیتے ہیں اور دیگر احکام (جو ان کے عقائد کے خلاف ہیں) ٹھکرا دیتے ہیں۔ مسلمان کا یہ شیوہ نہیں۔

دستگیر اسی کو کہتے ہیں جو مصیبت میں کام آئے۔ جناب پیرانِ پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فرمان ہے جو شخص مصیبت میں مجھے پکارتا ہے میں اس کی فریاد رسی کرتا ہوں۔ استمداد اور امداد کے متعلق آپ کے چند ارشادات درج ذیل ہیں۔ اگر فی الحقیقت استمداد از اولیاء اللہ شرک کا موجب ہوتا تو آپ ہرگز ہرگز اس قسم کے احکام صادر نہ فرماتے۔ (ملاحظہ ہو تحفۃ القادریہ صفحہ ۵ مصنفہ حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الآثار صفحہ ۱۰۱ مصنفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۲۔

الشیخ ابو القاسم عمر البزار یقول سمعتُ سیّدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃٍ فرجت عنہ ومن توسّل بی الی اللہِ عزّ وجلّ قضیتُ لہٗ ۔

حضرت شیخ ابو القاسم بزار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے آقا و مولا حضرت شیخ سید محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ جو شخص مجھے دکھ اور سختی میں پکارے میں اسکی سختی کو دور کرتا ہوں اور جو کسی مصیبت میں میرا نام لے کر (یعنی المدد یا غوث اعظم دستگیر)

ندا کرے میں اُس کی مصیبت کو دفع کرتا ہوں اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے تو اس کی حاجت روا کرتا ہوں۔

تتمہ فتوح الغیب برحاشیہ بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ مصر۔

أَنَا لِمُرِیْدِیْ حَافِظٌ مَّا یَخَافُہٗ ۔۔۔ وَاَحْرُسُہٗ مِنْ کُلِّ شَرٍّ وَّفِتْنَۃٍ

یعنی میں اپنے مُرید کی محافظت کرنے والا ہوں ہر اُس چیز سے جو اُسے خوف میں ڈالے اور میں اُس کی نگہبانی کرتا ہوں ہر قسم کی شر اور فتنہ سے۔

تَوَسَّلْ بِنَا فِیْ کُلِّ ھَوْلٍ وَّ شِدَّۃٍ ۔۔۔ اَغِیْثُکَ فِی الْاَشْیَاءِ طُرًّا بِھِمَّتِیْ،

مجھ سے توسل کرو ہر ہول اور سختی میں، میں اپنی ہمت سے جملہ امور میں تمہاری فریاد رسی کروں گا۔

مُرِیْدِیْ اِذَا مَا کَانَ شَرْقًا وَّمَغْرِبًا ۔۔۔ اَغِثْہُ اِذَا مَا سَارَ فِیْ اَیِّ بَلْدَۃٍ

میں اپنے مرید کی فریاد رسی کرتا ہوں خواہ وہ کسی شہر میں ہو، مشرق میں یا مغرب میں۔

تتمہ فتوح الغیب برحاشیہ بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۲۵، ۲۳۱ مطبوعہ مصر۔

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ ۔۔۔ عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ!

یعنی میرے مرید کسی دشمن سے نہ ڈر، کہ میں بے شک مستقل عزم والا، سخت گیر اور لڑائی کے وقت قتل کرنے والا ہوں۔

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ ۔۔۔ عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِیْ

میرے مرید خوف نہ کر اللہ میرا رب ہے۔ مجھے وہ رفعت ملی ہے جس سے میں مقصود کو پہنچ گیا ہوں۔

مُرِیْدِیْ تَمَسَّکْ بِیْ وَکُنْ بِیْ وَاثِقًا ۔۔۔ فَاَحْمِیْکَ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ

یعنی اے میرے مرید میرا دامن مضبوطی سے پکڑ لے اور مجھ پر پورا اعتماد رکھ۔ میں تیری دنیا میں بھی حمایت کروں گا اور قیامت کے دن بھی۔

بہجۃ الاسرار صفحہ ۹۹:- وَلَوِ انْكَشَفَتْ عَوْرَةُ مُرِيْدِيْ بِالْمَشْرِقِ وَاَنَا بِالْمَغْرِبِ اَسْتُرُهَا۔ اگر میرا مرید مشرق میں کہیں بے پردہ ہو جائے اور میں مغرب میں ہوں تو میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہوں۔

نوٹ:- مندرجہ بالا ارشادات کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا کوئی کم بخت کہہ سکتا ہے کہ استمداد از اولیاء کرام شرک ہے اور نعوذ باللہ حضور نے شرک کی تعلیم فرمائی ہے۔

اصل متن ہو وف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی تصنیف ما ثبت من السنۃ سے مفتی اہل حدیث نے دو چار حوالہ جات موڑ توڑ کر اپنا مطلب حل کرنے کی کوشش کی ہے) سیدنا و مرشدنا سلطان الاولیاء والعارفین حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دستگیر اور غوث الثقلین مانتے اور یقین جانتے ہیں۔ چنانچہ اپنی مشہور کتاب اخبار الاخیار کے صفحہ ۳۱۵ پر حضور کے مذکورہ لقب کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"غوث الثقلین آنرا گویند کہ جن و انس ہمہ بوے پناہ جویند۔ من بے کس نیز پناہ با وجستہ ام و بر درگاہ افتادہ مرا جز عنایت او کسی نیست و بغیر لطف او فریادرس نیست" یعنی آپ کو غوث الثقلین اس لئے کہتے ہیں کہ تمام جن اور انسان آپکی پناہ اور حمایت کے طالب ہیں۔ میں بے کس عاجز بھی آپ کی اعانت و پناہ چاہتا ہوں اور آپکے آستانہ عالیہ پر پڑا ہوں۔ میرا حضور کی عنایت کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں اور آپکے لطف و کرم کے بغیر کوئی فریاد رس نہیں ہے۔

من کہ پروردۂ نوالِ دیم ! عاجز از مدحتِ کمالِ دیم

ترجمہ: میں یعنی عبدالحق جسکی پرورش کا ذریعہ آپکی عنایت و بخشش ہے۔ آپکے کمالات کی تعریف کرنے سے عاجز ہوں۔

در دو عالم بادست امیدم ہست باوے امید جاویدم

دونوں جہاں میں میری امیدیں حضور کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہمیشہ آپکے فضل و کرم کا امیدوار رہوں۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا عبارت اہل حدیث کے نزدیک شرک سے لبریز ہے۔
وفا بیگانہ لوگوں کے بارے میں مثل مشہور ہے کہ جس درخت کے سائے میں بیٹھتے ہیں اسی کو کاٹتے ہیں مفتی اہل حدیث کا فرض ہے (اگر وہ حق گو ہیں) کہ حضرت شیخ محقق و محدث رحمۃ اللہ علیہ پر شرک و کفر کا فتوے لگا کر اپنی راست بازی کا ثبوت دیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ جس بزرگ کی تصنیف سے اپنے عقیدے کے خلاف مدد لے رہے ہیں اسی کے عقائد و اقوال سے منحرف ہے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ جملہ اولوالعزم اور بلند پایہ بزرگان دین نے آپکو غوث الورٰی، غوث اعظم، غوث معظم، دستگیر ہر دو کون، غوث الثقلین، محی الدین دستگیر بے کساں، پیر پیراں اور ہادی دارین وغیرہ کے القاب سے خطاب کیا ہے۔ اگر اہل حدیث کے نزدیک سیدنا و مرشدنا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مندرجہ القاب سے یاد کرنا اور پکارنا شرک ہے تو پھر سب سے پہلے بزرگان عظام ہی ان کے اس فتویٰ کی زد میں آتے ہیں۔ ہم چند ایک مقربین اللہ (جن کی طفیل ہمیں اسلام اور ایمان کی دولت ملی) کا منظوم کلام بطور نمونہ مشتے از خروارے نقل کرتے ہیں:۔

(۱) سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی شان میں فرماتے ہیں:۔

یا غوث معظم رضی اللہ عنہ نور ہدیٰ، مختار نبی مختار خدا سلطان دو عالم قطب علیٰ حیران ز جلالت ارض و سما

معینؔ کہ غلام نامِ تو شد دریوزہ گرِ اکرامِ تو شد!
شد خواجہ ازاں کہ غلامِ تو شد دارد طلب تسلیم و رضا

(۲) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ :-

قبلۂ اہلِ صفا حضرتِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ
دستگیرِ ہمہ جا حضرتِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

قطبؔ مسکیں بغلامیٔ درت منسوب است
داغِ مہرش بقفا حضرتِ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ :-

در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر
دستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقاں!

صابرؔ بخاکِ کوئے تو سر برنہادہ ام
زاں رو کہ ہست کوئے تو سامانِ عاشقاں

(۴) حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ :-

گویم زکمال تو چہ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ
محبوبِ خدا ابنِ حسن آلِ حسینا! رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۵) حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ :-

یا قطب یا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ یا ولی روشن ضمیر
بندہ ام شرمندہ ام جز تو ندارم دستگیر!

بر درِ درگاہِ والا سائلم اے آفتاب
خاطرِ ناشاد را کن شاد یا پیرانِ پیر

نوٹ :- قارئین بنظرِ انصاف مطالعہ فرما کر خود ہی فیصلہ کرلیں کہ محبوبانِ خدا اور بزرگانِ دین کے ارشادات جن کو اللہ تعالےٰ نے بصیرت عطا فرمائی ہے قابلِ اعتماد ہیں یا ان کو رہا طن مفتیانِ ظاہر پرست کے فتوے جن کا دل دنیوی حرص و ہوا میں پھنسا ہو ہے۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے :-

اے عالمِ ناداں کہ تو از علم غروری
نزدیکِ تو معبود تو از وے دوری!

کشاف و ہدایہ گرچہ ہمہ مے خوانی
تا خدمتِ خاصاں نہ کنی ہیچ ندانی

رسالہ مذکورہ میں دوسرا مسئلہ زیر بحث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت شریف اور وصالِ پاک کا ہے مفتی صاحب لکھتے ہیں "قدرت نے ولادت اور وفات کے دن کو یوم الاثنین (پیر کا دن) اور ماہِ ربیع الاوّل میں جمع کر کے ولادت کی مسرّت اور وفات کی حسرت کو الگ الگ یا اکٹھا منانا ناممکن بنا دیا ہے .... (الخ)

فاضل جلیل مفتی اہلحدیث کی محولہ بالا عبارت کا لب لباب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ۱۲ ربیع الاوّل کا دن بحالت تذبذب اور تردّد گذارنا چاہیئے (پنجابی میں ضرب المثل مشہور ہے۔ "نہ ہسیئے نہ روئیے حیران ہو کھلوئیے") نہ اظہارِ غم کریں نہ اظہارِ مسرّت۔ دوسرے الفاظ میں جب اہلِ محبّت مسلمان ۱۲ ربیع الاوّل کو حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات علیہ التحیات والتسلیمات کا دن مبارک بصد شان و شوکت مناتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں۔ چراغاں کرتے ہیں۔ مساجد کو آراستہ اور بازاروں کو مزیّن کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ثناخوانی کرنے کے علاوہ غربا، مساکین اور ناداروں میں کھانا تقسیم کرتے ہیں تو مفتی صاحب کے مذبذب دل کو ٹھیس لگتی ہے۔ بات بھی سچی ہے کیونکہ وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ کسی پر طعنہ زنی کرنا درست نہیں لیکن ہر ایماندار دل اظہارِ افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس وقت جملہ اہلِ اسلام اپنے محسنِ اعظم نبی مکرّم، نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یوم مبارک نہایت تزک و احتشام سے منا رہے ہوں اور کسی مسلمان (خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو) کے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہو۔ قائدِ اعظم ڈے۔ اقبال ڈے اور یومِ پاکستان وغیرہ منائے جاتے ہیں تو یہ حامیانِ شرع متین ڈر کے مارے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جب حضور سیّد المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یوم مبارک منایا جائے تو فوراً سے پیشتر فتویٰ نویسی کے لئے قلم اٹھا لیتے ہیں اور اس کارِ خیر سے

روکنے کے لئے طرح طرح کے بہانے تراشتے ہیں۔ کاش یہ بے نصیب لوگ اِس یوم سعید کی حقیقت سے باخبر ہوتے اور ہر سال جملہ مسلمانانِ پاکستان مل کر اِس عظیم ترین دن کی یاد تازہ کرتے۔

یاد رکھیں کہ یوم ولادت شریف مسلمانوں کے لئے انتہائی خوشی کا دن ہے۔ اور یوم وصال ان لوگوں کے لئے حزن وملال کا دن ہے جن کے دل مُردہ ہو چکے ہیں جو مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اپنے جیسے بشر سمجھتے ہیں۔ موت مُردہ دلوں کے واسطے مرگ ہے اور بمصداق "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" محبوبانِ خدا کے لئے ذریعہ قرب ووصال اور سبب دائمی مسرت ہے۔ کیونکہ دوست جب دوست سے ملاقات کرتا ہے تو خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ع جس مرنے تھیں دنیا ڈردی عاشق مرے تے جیوے ہُو

کسی مقربِ خدا کے یوم وفات کو

یومِ عُرس (یعنی شادی کا دن) کہنے کی وجہ تسمیہ ؟

چونکہ رسالہ زیر بحث (بعنوان "محبوب سبحانی") کی طابع و ناشر ایک اہلحدیث جماعت ہے، لہٰذا اس مقام پر چند حدیثیں مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز سے نقل کی جاتی ہیں۔ ممکن ہے ان احادیث شریفہ کا مطالعہ کر کے میلاد شریف اور اولیاء اس سے بغض رکھنے والے دلوں کی اصلاح ہو جائے۔

(۱) حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا۔ لٰکِنِ الْمُؤْمِنُ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللهِ وَ کَرَامَتِهٖ فَلَیْسَ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ وَ اَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهٗ (متفق علیہ) بندہ مومن کی وفات کا جب وقت قریب آتا ہے تو اس کو رضاء الٰہی اور کرامت (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور فضل و کرم) کی بشارت دی جاتی ہے۔ پس اس بشارت کو پا کر آئندہ کی ہر چیز اس کے نزدیک محبوب ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب سمجھتا ہے اور خدا اس کی ملاقات کو محبوب سمجھتا ہے (روایت کیا اس کو مسلم اور بخاری نے)

(۲) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْیَا وَاَذَاھَا اِلٰی رَحْمَةِ اللهِ (مشکوٰۃ شریف) مومن بندہ کا جب انتقال ہوتا ہے تو مصائب و تکالیف دنیا سے راحت ملتی ہے۔ رحمت الٰہی پاتا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ (رواہ البیھقی) بندہ مومن کا تحفہ موت ہے۔ حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے علامہ طیبی نے فرمایا۔ "موت ایک ذریعہ ہے جس سے سعادت کبریٰ حاصل ہوتی ہے۔ درجاتِ عالیہ ملتے ہیں۔ انسان کو نعمت ابدی ہاتھ آتی ہے۔ موت ایک گھر سے دوسرے گھر چلا جانا ہے۔ ظاہر میں یہ موت اگرچہ فنا معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتاً یہ دوبارہ ولادت (پیدائش) ہوتی ہے۔ موت جنّت کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے۔ اگر موت نہ ہو تو جنّت کہاں ملے؟" حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں۔ موت اللہ تعالیٰ کی

طرف سے اپنے بندے کے لئے لطف ہے۔ احسان ہے۔ نعمت ہے۔ جس سے جنّت اور خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ھذا یومٌ عظیمٌ ینبغی التعظیم والفرح بہٖ لانّ الملائکۃ واھل عالم البرزخ والجنان یفرحون ویتباشرون بموت الولی۔ فیوم موتہٖ یوم عظیم" ۔ یوم وفات عظمت والا دن ہے۔ اِس دن کی عظمت بجا لانا چاہیئے اس دن فرحت وسرور منانا چاہیئے۔ اس لئے کہ جب کسی ولی کا دنیا سے انتقال ہوتا ہے تو فرشتے اور عالم برزخ والے خوش ہوتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں، شادیاں رچاتے ہیں۔ پس یہ دن نہایت مبارک اور عظمت ومرتبہ والا دن ہے ثابت ہُوا کہ ہر مسلمان کو اس دن خوشی منانا چاہیئے اور عروس جنّت کی شادی یعنی عرس رچانا چاہیئے۔

تیسرا موضوعِ بحث گیارھویں شریف کا مسئلہ ہے۔ پہلے وقتوں میں ایک آدھ قاضی ہُوا کرتا ہے۔ دَورِ حاضرہ میں قاضیوں اور مفتیوں کی بھرمار ہو گئی ہے۔ کسی کو ایک شہر، کسی کو ایک مُلک، کسی کو برِّ صغیر اور کسی کو برِّ کبیر کا اندیشہ لاحق ہو رہا ہے۔ کوئی میلادِ شریف اور جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے غم میں گھل رہا ہے اور کوئی اس فکر واندیشے سے دُبلا ہو رہا ہے کہ گیارھویں شریف کرنے والے (حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے میں) کھیر۔ حلوا۔ زردا۔ بریانی اور قورمہ پلاؤ اڑا رہے ہیں اور تدبیریں سوچ رہا ہے کہ کس طرح یازدھم شریف کا سلسلہ بند کیا جائے۔ چنانچہ اس ضمن میں فاضلِ جلیل مفتئ اہلِ حدیث نے رسالہ

مذکورہ میں اپنی علمی قابلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہی پرانے اعتراضات کا اعادہ کیا ہے جن کا جواب سینکڑوں بار علمارِ اہلِ سنّت وجماعت دے چکے ہیں۔ سیدنا و مرشدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یومِ وصال، گیارھویں شریف و اعراس بزرگانِ دین اور تعیین یومِ عرس کے خلاف ایک مشتبہ اور مشکوک تصنیف[ع] (یعنی غنیۃ الطالبین) سے ایک دو حوالہ جات اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کئے ہیں اور اصل عبارت عربی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے زیادتی کردی ہے کہ" اعراس وغیرہ کی کوئی اصل نہیں اور یومِ وفات برسی وغیرہ منانے کی کوئی سند و ثبوت، دلیل وعمل نہیں ہے۔"

مفتی صاحب کے اعتراضات کا جواب قلمبند کرنے سے پیشتر ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر وہ فی الحقیقت راست گو ایماندار ہیں تو سب سے پہلے بانی پاکستان جناب قائد اعظم مرحوم کی برسی منانے کے خلاف نعرہ حق بلند کرکے اپنی ایمانی جرأت کا ثبوت کیوں نہیں پیش کرتے؟ کیا صرف اہلِ عقیدت غریب سنی، حنفی مسلمانوں کو ہی اپنے فتاویٰ کا نشانہ بنا کر ڈرانا دھمکانا آتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان مفتیانِ عظام کے دلوں میں خوفِ خدا نہیں۔ ڈرتے ہیں تو مخلوق خدا سے۔ ان لوگوں کا گیارھویں شریف کی بحث میں الجھنا عبث اور بے سود ہے۔ کیونکہ یازدھم شریف کا سلسلہ صرف غلامانِ سرکارِ بغدادِ معلیٰ قدس سرہٗ کی عقیدت کے ساتھ وابستہ ہے اور کوئی عقیدت مند مسلمان منکرین اور مانعین کو یوں نہیں کہتا کہ ان کے لئے گیارھویں شریف کا ماننا فرض، واجب یا سنتِ مؤکدہ ہے۔

ع۔ غنیۃ الطالبین کے متعلق رسالہ ہذا کا صفحہ ۳۔۴ ملاحظہ فرمائیں۔

اور نہ ہی ان کو کوئی مجبور کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے گھروں میں سیدنا حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی فاتحہ دلایا کریں۔ تو پھر خواہ مخواہ اس قسم کی بحث چھیڑنا مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ مخالفین آج تک اپنے مقصد میں کامیاب بھی نہیں ہو سکے ہمیشہ شرک و بدعت کہہ کر گھٹانے کی کوشش کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گیارھویں شریف کی دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ ہماری مشفق حکومت بھی گیارھویں شریف کی نیاز کو تسلیم کر کے کئی بار اعلان کر چکی ہے کہ یازدھم شریف کا دن اگر منگل یا بدھ ہو تو گوشت کا ناغہ ہرگز نہ کیا جائے۔

چونکہ گیارھویں شریف کے مخالفین اور منکرین نے اس مستحسن عمل کو بدعت و شرک کہہ کر عوام کی نظر میں ایک ہوّا بنا دیا ہے۔ اس لئے ہم اپنے معزز قارئین پر پہلے اس عمل مستحب کی اصلیت واضح کرتے ہیں کہ گیارھویں شریف کیا ہے؟ گیارھویں شریف درحقیقت سیدنا و مرشدنا حضرت غوث اعظم قدس سرہ النورانی کا عرس مبارک ہے۔ بعض لوگ سال کے بعد ۱۱ ربیع الثانی کو رچاتے ہیں۔ اور اکثر عقیدت مند حضرات ہر قمری مہینے کی گیارہ تاریخ کو کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور کے معتقدین، محبین، مریدین اور بزرگانِ دین جمع ہو کر آپ کی ثنا خوانی کرتے ہیں پھر شیرینی یا طعام سامنے رکھ کر سب سے پہلے اللہ کا نام یعنی بسم اللہ پڑھتے ہیں پھر سورۂ اخلاص اور چند آیاتِ قرآنی کی تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ بعدہٗ وہ شیرینی یا طعام تبرکاً عوام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس عمل کا نام گیارھویں شریف ہے۔ کیا کوئی ذی شعور انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ طریقہ ایصالِ

ثواب بدعت، ناجائز یا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۸ رکوع ۱) ترجمہ: پس تم کھاؤ اس چیز سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ اگر تم اللہ کی آیات کے ساتھ ایمان لانے والے ہو۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (پارہ ۸ رکوع ۱) ترجمہ: اور کیا ہو گیا تمہیں کہ تم اس چیز سے نہیں کھاتے جس پر اللہ کے نام کا ذکر کیا گیا ہو۔

ایصالِ ثواب کا ثبوت

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ رواه ابوداود والنسائی۔ ابوداؤد اور نسائی میں حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری والدہ فوت ہو گئی ہے پس (اس کی روح کے لئے) کونسا صدقہ افضل ہے" فرمایا "پانی"۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور فرمایا "یہ اُمِ سعد کے لئے ہے (ام سعد کا کنواں ہے)"۔ یعنی اس کار خیر کا ثواب ام سعد (میری والدہ) کو پہنچے۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقہ)۔

مشکوٰۃ شریف: باب صدقۃ المرأۃ من مال الزوج میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّيْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ قَالَ نَعَمْ (متفق علیہ) تحقیق ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔

حضور! میری ماں اچانک مرگئی ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتی تو کچھ للہ دیتی یا اللہ کے واسطے دینے کی وصیت کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا؟ فرمایا ہاں!

فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہدایہ شریف (باب الحج عن الغیر) میں ہے :-

ان فی ھذا الباب اِنَّ الانسان لہٗ ان یَّجعَلَ ثوابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ صلوٰۃً صوماً او صدقۃ اوغیرھا عند اھلِ السنۃ والجماعۃ لما روی عن النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ علیہِ وسلم انَّہٗ ضحّٰی بکبشین املحین احدھما عن نفسہٖ والاٰخرِ عن اُمَّتِہٖ مِمَّنْ اَقَرَّ بِوحدانِیَّۃِ اللہِ تعالیٰ۔

قاعدہ اس باب میں ہے کہ انسان اپنے عمل۔ روزہ، نماز، صدقہ وغیرہ کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے اور یہی مذہب اہل سنّت وجماعت کا ہے دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسری کا ثواب اپنی تمام امّت مسلمہ کو عطا فرمایا :-

نوٹ :- بخوف طوالت مندرجہ بالا عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ ایصالِ ثواب کے ثبوت میں بے شمار حوالہ جات ہیں۔ عاقل را اشارہ کافیست۔

گیارھویں شریف، سالانہ عُرس اور تعیّن یوم کا ثبوت

خدا جانے منکرین نذر و نیاز اور اس کو اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے کس قدر بغض و عناد ہے کہ ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" لکھنا بھی

ع! رسالہ زیر بحث کے صفحات ۳-۴-۸-۹ وغیرہ ملاحظہ فرمائیے۔ مؤلف نے جملہ بزرگان دین کے اسمائے گرامی کے ساتھ نہ کوئی القاب ہی لکھے ہیں اور نہ ہی الفاظ "رحمۃ اللہ علیہ"! مثلاً شیخ عبدالحق صاحب دہلوی۔ سید احمد صاحب رفاعی۔ شیخ عبدالوہاب صاحب قادری سیّد نورالدین محمود صاحب وغیرہم۔

گوارا نہیں کرتے۔ نیز کسی بزرگ کے یومِ عرس کو ہنود کی طرح "برسی" سے تشبیہ دے کر لکھتے ہیں کہ برسی وغیرہ منانے کی کوئی سند و ثبوت نہیں۔

گیارھویں شریف اور عرس کوئی دو متضاد امور نہیں۔ سیّدنا و مرشدنا حضور محبوبِ سبحانی، غوث صمدانی قدس سرہُ النّورانی کا عرس مبارک گیارھویں شریف کے نام سے مشہور ہے۔ جس طرح حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا عرس "خواجہ غریب نواز کی چھٹی" کے نام سے موسوم ہے۔ عرس کی غرض و غایت ایصالِ ثواب، دعائے خیر اور کسی اہل اللہ کی یاد تازہ کرنا ہے۔ چنانچہ اسی نظریہ سے ہر سال کسی صاحبِ عرس کے یومِ وصال پر عقیدت مند حضرات ان کے مزار پر یا کسی مکان یا مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر تلاوتِ قرآن پاک کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور نعت خوانی کا سلسلہ کرنے کے بعد ایصالِ ثواب اور دعا خیر کرتے ہیں اور یہ طریقہ عین سنّت کے مطابق ہے۔ کسی حدیث شریف کو ضعیف اور غیر مستند کہہ کر ٹھکرا دینا منکرین کی عادت میں داخل ہے اور "نہ ماننے والوں" کے مرض کا علاج تو دنیا کے کسی شفاخانے میں نہیں۔ بزرگانِ دین کی ہر سال یاد تازہ کرنا، ان کے مزارات پر حاضری دینا اور ان کی خدمت میں سلام عرض کر کے دعائے خیر کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(۱) شامی جلد اوّل باب زیارت القبور میں ابن ابی شیبہ سے روایت ہے۔ کہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال جنگِ اُحد کے شہداء کی قبور پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ روی عن ابی شیبہ انّ النبیّ

صَلَّی اللہُ علیہ وَسَلَّمَ کَانَ یَاتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَاءِ بِاُحُدٍ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ۔

(ب) محدث ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد ابن ابراہیم سے اور تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی ہے نیز تفسیر کبیر میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَاتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَاءِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃُ ھٰکَذَا یَفْعَلُوْنَ۔ حضور شہنشاہِ دو جہاں سرورِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم شہادت کے حساب سے قبور شہدا پر تشریف لے جاتے اور فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصالِ پاک کے بعد چہار یارِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی معمول رہا۔ اسی کو عرس کہتے ہیں۔ اور دعاءِ خیر و ایصالِ ثواب اس کی علتِ غائی ہے۔

ایصالِ ثواب شرعاً مرغوب و محبوب ہے۔ احادیث و فقہ سے اس کا جواز ثابت ہے۔ چنانچہ مخالفِ گیارھویں شریف بھی اپنے رسالہ کے صفحہ ۸ پر ایصالِ ثواب کے بارے میں بحوالہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے۔ "کھانا کھلانا تو مطلقاً مسنون ہے"۔ یعنی علی الاطلاق ایصال ثواب کا قائل ہے اور گیارھویں شریف کی فاتحہ بھی اسی ایصالِ ثواب کی

ایک فرد ہے۔ لہٰذا یہ بھی جائز کہ مطلق کے جواز ثابت ہونے کے بعد افراد کا جواز خود ہی ثابت ہے اور گیارھویں شریف کے عدم جواز کی تو کوئی دلیل ہی نہیں۔ نہ قرآن پاک میں اس کی ممانعت اور نہ حدیث شریف میں۔ نہ ہی اس کے متعلق کوئی اجماع و قیاس مجتہد ہے اور جب ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل ہی نہیں تو ناجائز کہنا غلط و باطل اور بدعت کا حکم لگانا محض بے اصل۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ بدعت کسے کہتے ہیں اور بدعت کی کتنی قسمیں ہیں محض حسد، تعصّب اور بغض کی بنا پر گیارھویں شریف کے خلاف ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

معترضین اگر بُرا نہ مانیں ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ مروّجہ طریقۂ تعلیم، لباس، وضع قطع، طریقہ بود و باش اور طرزِ معاشرت و معیشت، بلند پائیدار محلّات اور عالیشان کوٹھیوں میں سکونت اختیار کرنا۔ موٹروں، ریلوں اور ہوائی جہازوں میں سفر کرنا، دفاتر میں ملازمتیں کرنا، بنکوں سے لین دین کرنا، گھروں میں ریڈیو پر خبریں، فلمی گانے وغیرہ سُننا اور اہلِ خانہ کو بھی سنانا، جلسہ گاہوں میں آراستہ سٹیجوں پر علماء اور مقرّرین کا لاؤڈ سپیکر پر وعظ اور تقریریں کرنا وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ جملہ امور خلافِ سنّت نہیں؟ کیا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانۂ اقدس میں یہ چیزیں رائج تھیں؟ اگر نہیں تو ان کے بارے میں خلافِ سنّت ہونے کا فتویٰ کیوں نہیں صادر کیا جاتا؟ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک صرف محافلِ میلادِ پاک اور مجالس گیارھویں شریف ہی بدعت اور خلافِ سنّت ہیں۔ باقی جملہ امور

جائز، عین امرِ الٰہی اور سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں۔

مفتیٔ اہلِ حدیث نے طنزاً اعتراض کیا ہے کہ "حضور محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی قدس سرّہٗ النورانی کا یومِ وصال مختلف تاریخوں اور کئی طریقوں پر منایا جاتا ہے۔ کہیں ۸ یا ۹ ربیع الثانی کو عرس کا انعقاد ہوتا ہے۔ کہیں ربیع الثانی کی ۱۱ تاریخ کو کھیر و پلاؤ کی دیگیں پکا کر ان پر فاتحہ دی جاتی ہے۔ کہیں ہر ماہ کی ۱۱ تاریخ کو دودھ پر ختم پڑھایا جاتا ہے"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

مثل مشہور ہے۔ "دانا دے بھنڈاری کا پیٹ پھٹے"۔ اس میں شک نہیں کہ عقیدت مندوں کو گیارھویں کی کھیر۔ پلاؤ اور دودھ وغیرہ کھاتے پیتے دیکھ کر مانعین کا دل ہیچ مچر کرنے لگتا ہے۔ مگر اہلِ عقیدت کی فراخدلی کا اندازہ لگایئے کہ بمصداق "بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست"۔ کبھی کسی منکر یا مخالف کو اس خوانِ نعمت سے بہرہ ور ہونے سے نہیں روکا۔ ہاں اگر کسی کی قسمت سو جائے اور وہ ان نعمتوں سے محروم ہو جائے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟

تاریخِ وصال جناب سیّدنا و مرشدنا حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اختلافِ رائے کوئی اہم بات نہیں۔ تاریخی اختلافات ہر جگہ پائے جاتے ہیں حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخِ وصال پاک میں بھی اختلاف ہے۔ بعض یکم ربیع الاوّل بتاتے ہیں اور بنا بر قول حضرت سلیمان تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائے مرض یوم شنبہ ۲۲ ماہ صفر کو ہوئی اور وصال شریف

یوم دوشنبہ ۲ ربیع الاوّل کو ہوا۔ لیکن سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ پیر کا دن اور ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ تھی۔ اسی طرح سیدنا حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وصال اگرچہ بعض نے ۸ یا ۹ ربیع الثانی لکھی ہے مگر جمہور کے نزدیک ۱۱ ربیع الثانی ہے اور یہی معتبر ہے۔ اس کے علاوہ ہم اصولی طور پر واضح کر چکے ہیں کہ گیارھویں شریف ایصالِ ثواب کی ایک فرد ہے۔ جس تاریخ، جس دن اور جس وقت چاہیں ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں لاہور میں یکم ربیع الثانی سے اس مبارک ماہ کی آخری تاریخ تک روزانہ عقیدت مندوں کے گھروں میں گیارھویں شریف کا سلسلہ ہوتا رہتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ گیارہ تاریخ کیوں اختیار کی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ (۱) حضور کی متعارف اور مشہور تاریخ وصال ۱۱ ربیع الثانی ہے۔ (۲) جب ہر دن اور ہر تاریخ میں ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے تو گیارہ تاریخ میں بھی جائز ہوا بلکہ اس تاریخ میں ناجائز کہنے والوں پر سوال ہوگا کہ جب شریعتِ مطہرہ نے گیارہ تاریخ میں فاتحہ کرنے کو ناجائز قرار نہیں دیا تو آپ کو اسے ناجائز کہنے کا کیا حق ہے۔ آپ کا یہ قول خلافِ شرع ہو کر خود بدعت قرار پائے گا۔

یہی شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی تصنیف ماثبت من السنۃ سے امداد لے کر مفتی اہلِ حدیث نے ارتکابِ شرک کیا ہے) گیارھویں شریف کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔ وقد اشتھر فی دیارنا ھذا الیوم الحادی عشر وھو المتعارف عند مشائخنا من اھل الھند من اولادہ انتھی (ماثبت من السنۃ ص۱۲۳ مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور) یعنی حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ النورانی کے عرس مبارک کے لئے ہمارے ملک میں گیارہ تاریخ مشہور ہے اور سیدنا جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ملک ہند کے اندر جو سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ ہیں۔ ان کے نزدیک

بھی یہی گیارہ تاریخ متعارف ہے۔ قارئین غور فرمایئے کہ اگر گیارھویں شریف کو (نعوذ باللہ) بدعت و ضلالت کہا جائے تو یہ سب مشائخ قادریہ معاذ اللہ بدعتی اور گمراہ قرار پائینگے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو ایسے فاسد قول اور اعتقاد سے محفوظ رکھے۔

معترض کا یہ اعتراض کہ "حضور کا عرس مبارک کئی طریقوں پر کیا جاتا ہے" کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ جو امور عبادت و طاعت (مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ) شریعت مطہرہ نے ایک خاص طریقہ پر تعلیم فرمائے ہیں ان کی خلاف ورزی جائز نہیں اور جن امور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی طریقہ مخصوص نہیں فرمایا۔ وہ اپنے عموم اور اطلاق پر ہیں۔ جس جائز طریقہ سے بھی انہیں ادا کر لیا جائے درست ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنا یا ارواح مومنین کو ایصال ثواب کرنا کہ شریعت مطہرہ میں ان کے لئے کوئی مخصوص ہیئت وارد نہیں ہوئی۔ لہذا جس ہیئت کے ساتھ بھی یہ کام کر لئے جائیں، جائز ہے۔

تعین تاریخ:۔ کسی کار خیر کے لئے تاریخ کا تعین کرنا بلاشبہ جائز ہے اور تاریخ وصال پر کسی مقبول بندۂ خدا کا عرس منانا باعث ازدیاد برکت و رحمت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "ما ثبت من السنۃ" کے صفحہ ۲۴۱ پر ارقام فرماتے ہیں:۔ وَقَدْ ذکر بعض المتاخرین من مَشَائخ المغرب اِنَّ الیومَ الّذی وَصَلُوْا فیہِ اِلی جناب العزّۃ وحظائر القدس یُرجی فیہ من الخیر والکرامۃ والبرکۃ و النُّورانیّۃ اکثر واوفر من سائر الایّام۔ یعنی بعض متاخرین مشائخ مغرب نے ذکر کیا ہے کہ جس دن اولیاء اللہ کا وصال ہو اس میں (ایصال ثواب کرنے سے) بہ نسبت دوسرے دنوں کے زیادہ اور وافر خیر و برکت اور نورانیت حاصل ہوتی ہے۔

یہ نہایت مضحکہ خیز اعتراض ہے کہ گیارھویں شریف یا کسی بزرگ کے ختم شریف کا دن مقرر کر کے اس کارِ خیر کو سر انجام دینا بدعت اور گناہ ہے۔ کیا ہم تعیین تاریخ یا دن کو بدعت کہنے والے مفتی صاحب سے دریافت کر سکتے ہیں کہ انکی اپنی شادی کی تاریخ مقرر ہوئی تھی یا بغیر اطلاع ہی سسرال کے ہاں برات لے جا کر براتیوں کی خاطر تواضع کروائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دن، ہفتے۔ مہینے۔ روزے۔ اوقاتِ نماز ایامِ زندگی سب مقرر فرمائے ہیں۔ دفاتر سکول وقت مقررہ پر کھلتے اور بند ہوتے ہیں، مدارس اور دفاتر میں تنخواہیں تقسیم ہوتی ہیں تو مقررہ تاریخ پر۔ جن کے نزدیک تعیین تاریخ شرک ہے انہیں چاہیئے کہ تنخواہ وصول کرنے سے انکار کر دیں۔ دعوت ولیمہ کا کھانا بھی اپنے لئے حرام سمجھیں۔ کیونکہ دوست احباب کو تاریخ مقرر کر کے مدعو کیا جاتا ہے۔ مساجد میں اوقاتِ نماز گھڑیوں سے مقرر ہوتے ہیں کہ اتنے بجکر اتنے منٹوں پر فلاں نماز ہو گی تو کیا اس طرح جماعت کرنا ممنوع ہے۔ مخالفین کے اپنے دینی مدارس ہیں اوقاتِ درس، اوقاتِ امتحان، ایامِ تعلیم و ایامِ تعطیل، اوقاتِ امتحان وغیرہ تمام انتظامی امور منضبط کیے جاتے ہیں تو کیا ان تخصیصات سے مدرسہ ناجائز ہو ان میں پڑھنا بدعت ہے، تخصیص اور تعیین کو بدعت اور ناجائز کہنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے یہاں سے مدارس اٹھا دیں اور کہیں کہ نفس تعلیم تو جائز ہے اور یہ تخصیصات کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک مدرسہ ہو گا اور فلاں جماعت میں فلاں فلاں کتابیں ہونگی یہ سب بدعت ہیں شہنشاہ معظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ کل تخصیصات موجود نہ تھیں۔ لہٰذا یہ مدرسہ اور اس میں تعلیم ناجائز بلکہ تعلیم وہ جائز ہے کہ وقت بھی معین نہ ہو اور کتاب بھی معین نہ ہو اور کسی قاعدہ و ضابطہ کے تحت بھی نہ ہو کبھی پڑھنے والا صبح کو آجائے کبھی دوپہر کو، کبھی شام کو اور کبھی رات کو اور کبھی ناغہ کسی روز منطق کی کتاب کسی روز فقہ کی، کسی دن حدیث اور کسی دن صرف و نحو کی۔ اور یہ سب بھی کسی سلسلہ

اور ترتیب کے ساتھ نہ ہوں ورنہ پھر تخصیص پیدا ہو کر تعلیم ناجائز ہو جائیگی۔ اسی طرح اپنے دیگر امور خانہ داری کام و ملاقات، سیر و تفریح اور کھانے سونے وغیرہ کسی کیلئے دن اور وقت مقرر جائز نہ ہوگا کہ انکا جواز شرع سے مطلق ہے اور تخصیص بدعت ہے۔ یہ بدعت بدعت پکارنیوالے سب سے پہلے اپنے کاموں سے تعینات اور تخصیصات کو اٹھادیں۔ اس کے بعد میلاد پاک، گیارہویں شریف اور عرس وغیرہ کیخلاف فتوے صادر کریں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ یہ لوگ سارے جہان کے کام اوقات مقررہ پر کرتے ہیں اور ہر امر میں خصوصیّت کو روا رکھتے ہیں مگر ایصال ثواب میں خصوصیّت آئی اور بدعت کا حکم لگا۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایصال ثواب ہی کو منع کرنا چاہتے ہیں۔

کسی کارِ خیر اور جائز امر کیلئے تعیینِ یوم اور تاریخ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چند نظائر ملاحظہ ہوں:۔

ترمذی اور نسائی شریف میں ہے (ترجمہ) کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر پیر و جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور شہنشاہِ دو جہاں سرورِ انس و جاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر ہفتہ کے دن کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قبا میں تشریف لیجاتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔

رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۱۰ پر فاضل جلیل مفتی المحدث نے فتوح الغیب مقالہ ۹، سے اپنی خود ساختہ توحید کے ثبوت میں سرکار غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی اس وصیت کا ذکر کرکے جو حضور نے اپنے صاحبزادے زبدۃ العارفین رہنمائے کاملین سیدنا حضرت شیخ عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو

فرمائی) اسی طرح اہل سنت وجماعت پر بہتان باندھا ہے کہ ان کا مسلک حضور سلطان الاولیاء جناب پیر دستگیر روشن ضمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب کے خلاف نیز توحید کے منافی ہے۔

"گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی" ! ہم مفتی صاحب سے دریافت کرتے ہیں: "کیا تم نے حضور کے رفیع القدر صاحبزادے رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جیسا اور وصیت مذکورہ کو عوام کے حق میں سمجھا ہے۔ کیا انسانِ کامل اور ناقص برابر ہیں؟" ارشاد باری ہے۔ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔ سیدنا و مولانا حضرتِ غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مشہور تصنیف سِرُّ الاسرار کے صفحہ ۴، پر ارقام فرماتے ہیں:۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ پرہیزگاروں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک (ان کے مراتب کے لحاظ سے) برائیاں ہیں۔ وصیت ہذا آپ نے ان کاملین اور صوفیائے عظام کے لئے فرمائی ہے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے۔ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ۔ ترجمہ۔ انسانِ کامل میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں (سر الاسرار صفحہ ۱۶) اور جن کے بارے میں حضور کا اپنا ارشاد ہے۔ صَفَوْا قُلُوْبُهُمْ عَمَّا سِوَی اللّٰہِ۔

وصیت مذکورہ کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے:"خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریو۔ اور نہ کسی پر امید رکھیو اور اپنی کل حاجتیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔ کسی پر اعتماد نہ رکھیو اور سب کچھ اسی سے مانگیو ...... توحید کو لازم پکڑے رکھیو۔"

اگر اس وصیت کو عوام کے حق میں سمجھا جائے تو اس فرمان اور حضور کے دیگر ارشادات (جن کو ہم نے رسالہ ہذا کے صفحہ ۸ - ۹ پر نقل کیا ہے) میں تضاد پایا جائے گا۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ کا کلام متضاد ہو۔ ایک مقام پر ارشاد فرمائیں:۔ کہ "مصیبت کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارنا۔ میں تمہاری دستگیری فرما

کر اس مصیبت سے نجات دلاؤں گا" اور دوسری جگہ خود ہی اس کی تردید فرمائیں کہ "اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب کی تو مبتدع اور مشرک ہو جاؤ گے" ان ہر دو ارشادات میں تطابق کی صورت یہی ہے کہ اوّل الذکر حکم ادنیٰ غلاموں کے واسطے اور دوسرا فرمان بلند پایہ جانشینوں کے لئے ہے۔ الحمد للہ اہل سنّت وجماعت دونوں احکام پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں۔ اہل حدیث کی طرح افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق نہیں ہیں۔

مفتی اہلحدیث کے نزدیک اگر مذکورہ وصیّت حضور نے عوام کے حق میں فرمائی ہے جس میں مفتی صاحب اور ان کے پیروکار بھی شامل ہیں تو ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ "کیا تم لوگ اپنے پیش کردہ حوالہ کے مطابق اس عالم اسباب میں اپنی کل حاجتیں (دینی ہوں یا دنیوی کیونکہ لفظ "کل" ہے) اللہ کے سپرد کرکے گھر میں بیٹھ جاتے ہو یا حاجات روائی کیلئے تمہیں وسیلہ وسبب کی ضرورت پڑتی ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دو۔ کہیں شرک کی الجھن میں نہ پھنس جاؤ۔ یقیناً ہر فرد بشر کو ماننا پڑیگا کہ اس عالم اسباب میں کوئی کام بھی بغیر وسیلہ وسبب نہیں نکل سکتا۔ اب اگر وسیلہ کا انکار کرو تو بے کاری اور فاقہ کشی کا سامنا اور اگر وسیلہ ڈھونڈو تو مشرک بنتے ہو۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔

کاش یہ لوگ شروع سے اخیر تک فتوح الغیب کا نیک نیتی سے مطالعہ کرتے اور بالخصوص چھیالیسواں مقالہ تعصّب کی عینک اتار کر پڑھتے تو انہیں مقبولان الٰہ کی خداداد طاقت کا پتہ چل جاتا۔ اس مقالہ میں حضور قدس سرہ نے اولیا وابدال کی انتہائی منزل (یعنی مقام فنا) کا ذکر کرنے کے بعد ارقام فرمایا ہے:-

وھو قولہ جلّ وعلا فی بعض کتبہ یا ابن آدم انا اللہ الذی

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ اَطِعْنِیْ اَجْعَلْکَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ ط یعنی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتب میں فرمایا ہے "اے ابن آدم! میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کسی شے سے کہتا ہوں کن (ہوجا) تو وہ ہوجاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کر دوں گا کہ تو کسی چیز سے کہے گا کن (ہوجا) تو وہ ہوجائے گی۔"

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس ارشاد پاک کی تصدیق کلام مجید کر رہا ہے (پارہ ۱۹ سورۂ نمل) حضرت سلیمان علیہ السلام کے حواری نے کُن کہہ کر آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت آپ کے حضور میں حاضر کر دیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت اپنے سامنے دیکھا تو فرمایا۔ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ معزز قارئین! اگر کوئی پڑھا لکھا جاہل یوں کہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت غیر اللہ (یعنی حضرت آصف بن برخیا) کی وساطت اور امداد سے منگوایا تھا۔ لہٰذا منگوانے والا اور لانے والا (نعوذ باللہ) مع تخت سب کے سب مشرک ہوئے تو آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اس قسم کا سر پھرا مفتی دنیا کے کس عجیب شہر کے عجائب خانہ میں رکھنے کے قابل ہے۔ نیز خیال فرمایئے جب کوئی عقیدتمند مسلمان کسی صاحب کشف و کرامات ولی اللہ کو خدا نہیں سمجھتا اور اس کی روحانی قوت کو بھی خداداد طاقت یقین جانتا ہے تو پھر خواہ مخواہ اس پر بدعت و شرک کا فتوے لگانا مخالفین کی سراسر زیادتی ہے۔

جھوٹ کبھی سچ نہیں ہوتا اور دروغگو کا حافظہ نہیں ہوتا۔ سرکار بغداد قدس سرہٗ العزیز کی وصیت پاک پر تبصرہ کرنیکے بعد مؤلف نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۶ پر منجانب سیکرٹری جماعت اہلحدیث عوام الناس کی خدمت میں اپیل کی ہے کہ خدارا انجمن غربا اہل حدیث کی مدد کیجیے۔ "امید ہے کہ آپ تبلیغ دین کیلئے تھوڑی یا زیادہ امداد فرما کر اجر دارین حاصل کریں گے۔" ان الفاظ نے ساری تحریر پر پانی پھیر دیا ہے۔ ہم مفتئ اہل حدیث سے پوچھتے ہیں "عوام اللہ ہیں یا غیر اللہ؟" بلاشبہ غیر اللہ ہیں۔ افسوس آپ غیر اللہ سے مدد مانگیں۔ ان پر کامل اعتماد رکھیں۔ ان سے چندے کی توقع رکھیں۔ ان سے حاجات طلب کریں۔ ان سے چندے وصول کر کے اہل سنّت وجماعت کے خلاف پراپا گنڈا کریں۔ ان کی امداد کے بغیر نہ اپنی انجمنیں اور نہ ہی اپنے مدارس چلا سکیں۔ خدا سے نہ ڈریں اور اس کی مخلوق سے ڈریں۔ بایں ہمہ آپکا دامنِ توحید شرک سے آلودہ نہ ہو۔ اور آپ خالص توحید پرست اور جنّت کے ٹھیکیدار۔ اہل سنّت وجماعت اگر مقربان خدا سے روحانی مدد طلب کریں تو مشرک مبتدع اور جہنمی ٹھہریں۔ خدارا انصاف کرو اور افترا پردازی سے باز آؤ۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ فتوبوا الی اللہِ توبۃً نصوحا۔

وما علینا الا البلاغ

۱؎ اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنے اور مخلوق خدا سے خوف کھانے کا یہ بین ثبوت ہے کہ جب غریب حنفی سنی مسلمان میلاد شریف گیارھویں شریف یا کسی ولی اللہ کا عرس کرتے ہیں تو یہ لوگ علی الاعلان انکو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں اور جب قائد اعظم مرحوم یا قائد ملت لیاقت علی کی برسی سارے پاکستان میں منائی جاتی ہے اور اخبارات میں اعلان کیے جاتے ہیں تو ڈر کے مارے ان کی زبان میں قفل لگ جاتا ہے اور منہ سے آواز نکالنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔

(مطبوعہ: اشرف پریس لاہور)